

## رسائل و مسائل

کیا آنحضرت نے سووۃ کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تھا؟

سوال: ترمذی شریف اور صحاح ستہ کی دوسری کتابوں میں بعض احادیث وارد ہیں کہ جب ام المومنین حضرت سووۃ بوڑھی ہو گئی تھیں تو آنحضرت نے آپ کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تھا۔ اس پر حضرت سووۃ نے درخواست کی کہ میں اپنی باری حضرت عائشہ کو بخش دیتی ہوں لیکن آپ کی مفارقت اور خصوصاً اس عمر میں گوارا نہیں ہے۔ آنحضرت راضی ہو گئے اور ارادہ طلاق ترک کر دیا۔ اس سلسلے میں بعض سوالات دل میں کھٹکتے ہیں۔ طلاق کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "الغض المباحات" یعنی جائز کاموں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ اگر صرف ایک بیوی ہو اور وہ بہت زیادہ بوڑھی ہو جائے تو البتہ اسے طلاق دے کر یا محض نان و نفقہ پر رضامند کر کے دوسری شادی کی جاسکتی ہے، لیکن جب دیگر ازواج مطہرات موجود تھیں، تو اس صورت میں ارادہ طلاق سمجھ میں نہیں آتا۔ اس اقدام کی جو توجیہ صاحب نیل الاوطار نے نقل کی ہے، وہ بھی میرے نزدیک تسلی بخش نہیں۔ یہ کھٹک بہر اس شخص کے دل میں پیدا ہو سکتی ہے جو ان احادیث کا مطالعہ کرے۔ امید ہے کہ آپ ترجمان القرآن کے توسط سے تشفی بخش جواب دیں گے۔ آخر میں یہ بھی عرض کر دوں کہ مقصد محض احقاقیق ہی ہے اور اگر کوئی سخت لفظ قلم سے ٹپک گیا ہو تو میں اس کے لیے اللہ سے معافی کا خواستگار ہوں۔

جواب۔ ام المومنین حضرت سووۃ بنت زموہ سے متعلق روایات میں بیان کردہ جس واقعے پر آپ نے اپنے اشکالات پیش کیے ہیں، اس واقعے کے دو جزا ہیں۔ اس کا ایک جز تو یہ ہے

کہ حضرت سوڈہ نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ کو دے دیا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کا مختار کر دیا تھا کہ آنحضرت کی باری کے روز بھی حضرت عائشہ کے ہاں قیام فرمایا کریں اس واقعہ کا دوسرا حصہ وہ ہے جس میں حضرت سوڈہ کے اپنے اس حق سے دستبردار ہونے کے وجہ بیان ہوئے ہیں جہاں تک واقعے کے پہلے جزو کا تعلق ہے، اس بارے میں محدثین و مؤرخین کا کامل اتفاق ہے اور یہ بات اپنی جگہ بالکل صحیح اور ثابت ہے کہ حضرت سوڈہ نے اپنی باری حضرت عائشہ کو تفویض کر دی تھی لیکن جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ حضرت سوڈہ نے ایسا کیوں اور کس بنا پر کیا تھا، اس میں اختلاف ہے اور اس کا جواب معلوم کرنے کے لیے غور و تامل کی ضرورت ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ صحاح ستہ میں احادیث وارد ہیں کہ حضرت سوڈہ کی کبر سنی کے باعث آنحضرت نے آپ کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تھا، اس پر حضرت سوڈہ نے اپنی باری حضرت عائشہ کو بخش دی اور ارادہ طلاق ترک کر دیا گیا۔ یہ مجمل بیان صحیح حقیقت کی نشاندہی نہیں کرتا اور غلط فہمی کا موجب ہو سکتا ہے۔ اصحاب صحاح میں سے امام بخاری اور امام مسلم نے طلاق یا اس کے ارادے کا ذکر نہیں کیا۔ بخاری میں یہ حدیث کتاب الہبہ اور کتاب النکاح دو جگہ موجود ہے لیکن دونوں جگہ باری دے دینے کی وجہ یہ مذکور ہے: **بِتَنَتَجِي**

**بِذَالِكَ** مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جس کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت سوڈہ نے رضا کارانہ طور پر خوشنودی رسول کی خاطر یہ پیش کش کی تھی، بالکل اسی طرح جس طرح ایام مرض میں ازواجِ مطہرات حضرت عائشہؓ کے حق میں دستبردار ہو گئی تھیں، تاکہ آنحضرت کو غیر ضروری زحمت سے سابقہ پیش نہ آئے۔ اس کا باعث خوف و تہدید نہیں بلکہ محض محبت و تکریم ہے۔ امام مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: **جَعَلَتْ يَوْمَها من رسول الله صلى الله عليه وسلم لعائشة وقالت يا رسول الله قد جعلت يومي منك لعائشة**۔ (حضرت سوڈہ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی

اور کہا کہ یا رسول اللہ میں اپنی باری عائشہ کے سپرد کرتی ہوں۔ بہر حال جہاں تک صحیحین کا تعلق ہے، پوری تلاش کے باوجود مجھے ان میں طلاق کا سرے سے کہیں ذکر نہیں ملا۔ اور یہ بات بہت اہم اور معنی خیز ہے کہ اس واقعہ سے متعلق احادیث لینے کے باوجود بخاری اور مسلم دونوں نے ان روایات کو نہیں لیا جن میں طلاق کا ذکر ہے۔

سنن ابی داؤد اور ترمذی میں البتہ طلاق کا ذکر آیا ہے۔ ابو داؤد، کتاب النکاح، باب القسم کے الفاظ یہ ہیں: قالت سوڈہ حین اسنت و فرقت ان یفارقھا... یا رسول یوحی لعائشۃ رجب سوڈہ سن رسیدہ ہو گئیں اور انہوں نے آنحضرت کی طرف سے مفارقت کا خدشہ محسوس کیا تو کہا کہ یا رسول اللہ میرا دن عائشہ کے سپرد ہے، لیکن ان الفاظ سے بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ آنحضرت نے طلاق کا ارادہ فرمایا تھا، بلکہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سوڈہ کے دل میں خود ہی یہ خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں مجھے جدا نہ کر دیا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ خدشہ طلاق بجا نہ ہو، اور بیان کردہ وجہ طلاق بھی درست نہ ہو۔ اس طرح کے خدشات تو واقعہ انکس اور واقعہ تخنیہ کے مواقع پر بھی نضا میں پھیلے تھے، مگر وہ صحیح ثابت نہ ہوئے۔ پھر اس روایت کا ایک راوی عبدالرحمن بن ابی زناد ہے جس کے بارے میں حافظ منذری مختصر سنن ابی داؤد میں (اسی حدیث پر بحث کرتے ہوئے) فرماتے ہیں وقد تکلم فیہ غیر واحد (ایک سے زیادہ محدثین نے اس راوی میں کلام کیا ہے)۔ اس روایت میں حضرت سوڈہ کی تشویش کی جو وجہ بیان کی گئی ہے، وہ بھی قابل تعجب ہے۔ یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد حضرت سوڈہ کا نکاح مکہ میں حضرت عائشہ کے نکاح کے بعد ہجرت سے قبل ہوا ہے۔ شہدہ میں سورہ احزاب نازل ہوئی ہے جس میں آنحضرت کو تبدیل ازواج کی ممانعت کر دی گئی جس میں حضرت ابن عباس کی تصریح کے مطابق ممانعت طلاق بھی شامل ہے۔ اب یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت سوڈہ جو پہلے ہی سالخوردہ خاتون تھیں، پانسات برس میں ان کی عمر میں ایسا کونسا بڑا تغیر واقع ہو سکتا تھا۔ جس کی بنا پر طلاق کا خدشہ پیدا ہوتا ہے۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ ازواج مطہرات میں سے اکثر حرم نبوی میں داخلے کے وقت

حضرت سوڈہ کی طرح اوجھڑ عمر کی ثقیات تھیں، لیکن ان کے بارے میں کبھی ایسا کوئی خدشہ پیدا نہیں ہوا۔  
مرث حضرت سوڈہ کے معاملے میں طلاق کا سوال پیدا ہونا بہت مستبعد معلوم ہوتا ہے حقیقت یہ  
ہے کہ آنحضرت نے کوئی نکاح محض برائے نکاح نہیں کیا بلکہ ہر نکاح میں یا تو عظیم تزدینی و ملی مصالحت مضمر  
تھے یا ان مصالحت کی دلجوئی اور دستگیری مقصود تھی جو محض اسلام کی خاطر ٹرے بڑے مصالحت بھیل  
چکی تھیں، اور اپنے فائدان بلکہ اپنے وطن تک کو خیر یاد رکھ چکی تھیں۔

چنانچہ حضرت سوڈہ کا بھی یہی حال ہے کہ وہ اپنے سابق خاوند کے ساتھ مسلمان ہو کر حبشہ ہجرت  
کر گئی تھیں اور اس کے بعد بیوہ ہو کر بے سہارا ہو چکی تھیں۔ اس لیے ان کی تالیف قلب کی خاطر نبی  
صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ثروت زوجیت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت عائشہ کی موجودگی میں حضرت سوڈہ  
سے نکاح کی ایک مزید وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد گھر میں چھوٹی چھوٹی صاحبزادیاں  
تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ ان کی دیکھ بھال اور تربیت کے لیے کوئی معمر خاتون بھی  
بیت نبوی میں ہوں۔ ازواج مطہرات کے تعلقات غایت درجہ محبت آمیز تھے۔ چنانچہ حدیث سے  
ثابت ہے کہ جس گھر میں بھی آنحضرت شریف فرما ہوتے تھے، بالعموم کچھ دیر کے لیے جملہ ازواج و ماں  
آکر جمع ہو جایا کرتی تھی۔ بالخصوص حضرت عائشہ اور حضرت سوڈہ رضی اللہ عنہما کے باہمی روابط نہایت  
گہرے اور خوشگوار تھے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں خود حضرت عائشہ کی روایت موجود ہے کہ ما رأیت  
امراً احب الی ان اکون فی مسلاخ ما من سوڈہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے سوڈہ بنت زمعہ کے  
سوا کوئی عورت نہیں دیکھی جسے میں اپنے ساتھ یک جان و دو قالب ہونا پسند کروں۔ ظاہر ہے کہ  
جب حضرت سوڈہ کی تزویج میں اہم دینی اور تمدنی مصالح کارفرما ہوں اور حضرت عائشہ کے ساتھ ان  
کے تعلقات کا یہ انداز ہو، تو یہی بات زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ حضرت سوڈہ نے خود  
آگے بڑھ کر یہ پیش کش کی تھی اور اپنی باری حضرت عائشہ کو بخش دی تھی

اس سلسلے میں جو روایت سنن ترمذی میں ہے وہ یہ ہے: خشیت سوڈہ ان یطلقھا

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت لا تطلقنی و افسکتی و اجعل یومی لعائشۃ ففعل

فَنَزَلَتْ فَلَا حَاجَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ  
اس روایت سے بلاشبہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سوڈہ کی باری سے دستبرداری کے پس منظر میں غرضتہ  
طلاق کا فرما تھا اور اس کا ذکر آنحضرتؐ سے بھی ہوا تھا لیکن اس روایت کے بارے میں پہلا امر جو قابل  
ملاحظہ ہے وہ یہ ہے کہ امام ترمذی اسے کتاب التفسیر میں لائے ہیں اور تفسیری روایات میں محدثین  
توسیح سے کام لیتے ہیں۔ دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ امام موصوف نے یہ روایت محمد بن ایشی سے  
اور انہوں نے ابو داؤد الطیالسی سے لی ہے لیکن امام طیالسی نے اپنی مستدرک میں خود حضرت عائشہؓ  
سے جو روایت بیان کی ہے اس میں طلاق کا کوئی ذکر نہیں بلکہ یہ الفاظ مروی ہیں: عَنْ عَائِشَةَ  
ان سوڈة وهبت يوهما لعائشة لما فها من رسول الله صلى الله عليه وسلم، یعنی حضرت  
سوڈہ نے بارگاہ نبوی میں حضرت عائشہ کی خصوصی قدر و منزلت کی بنا پر اپنی باری انہیں دے  
دی تھی، اور یہ بات تقریباً وہی ہے جو دوسرے پیرائے میں امام بخاری کی روایت میں بیان  
ہوئی ہے۔

صحاح کے علاوہ یہ واقعہ ابن سعد نے اپنے طبقات میں متعدد طرق سے بیان کیا ہے  
جن میں نہ صرف طلاق کے ارادے بلکہ طلاق دے دینے کا بھی ذکر موجود ہے اور یہیں سے  
طلاق کے قصے نے زیادہ شہرت حاصل کی ہے۔ لیکن ان روایات میں بڑا اختلاف اور اضطراب  
ہے۔ ان میں سے بعض کے راوی واقفی اور ابوالزنا ہیں جو دونوں مجروح اور ناقابل اعتماد ہیں۔  
کہیں طلاق کا پیغام بھوانے کا ذکر ہے، کہیں اعتدی کا لفظ ہے جس سے طلاق بالکناہیہ کا استنباط  
ہوتا ہے اور اس سے عجیب تر ذکر یہ بھی ہے کہ حضرت سوڈہ طلاق دیتے جانے کے بعد بگنہ بر  
نبوی میں بیٹھ گئیں اور آنحضرتؐ کی تشریف آوری پر قسم دلا کر رجوع کا مطالبہ کرنے لگیں۔ ہجرت ہے  
کہ اگر طلاق رجعی ہو، اور رشتہ زوجیت منقطع نہ ہو تو حرم نبوی سے نکل کر راستے میں جا بیٹھنے کی کہانی  
کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ علاوہ ان جملہ اشکالات کے ابن حجر نے اصحابہ میں یہ تصریح بھی کی ہے کہ یہ  
روایات سب کی سب مرسل ہیں، یعنی ان کے سلسلہ اسناد میں کسی صحابی یا صحابیہ کا نام مذکور نہیں ہے۔

غالباً اپنی وجوہ کے پیش نظر امام بخاری و مسلم نے طلاق والی روایات کو قطعاً حذف کر دیا ہے۔ صحیحین کے مقابلے میں طبقات ابن سعد کی روایات کا جو وزن ہو سکتا ہے وہ اہل نظر سے مخفی نہیں ہے۔ طلاق سے متعلق ان روایات پر کلام کرتے ہوئے امام ابن حزم نے نو معنی میں یہاں تک لکھ دیا ہے کہ ہذا کذب موضوع (یہ من گھڑت جھوٹ ہے)۔

بہر کیف اس مختصر بحث سے واقعہ کی جو صحیح صورت از روئے نقل و عقل سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت سوڈہ نے اپنی باری یقیناً حضرت عائشہ کو دے دی تھی مگر ان کا یہ فعل آزادانہ اور خوش دلانہ ایثار پر مبنی تھا اور اس کا واحد مقصد حضرت عائشہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی کا حصول تھا۔ حرم و احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ اسی صورت و واقعہ کو تسلیم کرنے پر اکتفا کیا جائے اور کسی دوسری ایسی توجیہ و تفصیل سے اجتناب کیا جائے جس سے خواہ مخواہ شبہات و اشکالات رونما ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

### دقیقہ اشعارات

پہنائیں۔ انھوں نے سیاسی قوت کو ایک منصوبے کے تحت دین کو ختم کرنے میں صرف کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے ہمیں ایسی ہمہ گیر اور کلّیت پسند ریاست کے اندر مقید کر کے رکھ دیا جس میں ہم کسی ایک شعبے میں بھی آزاد نہیں۔ ہم پوری اجتماعی زندگی کو اسی سانچے میں ڈھالنے پر مجبور ہیں جس کا یہ کافرانہ نظام ہم سے مطالبہ کرتا ہے۔

پھر جب ان غیر ملکی طاقتوں نے اقتدار ہمیں واپس کیا تو اس وقت ہم پر اس طبقے کو مسلط کر دیا جو اپنے مزاج، اپنی عادات و اطوار اور اپنے افکار و نظریات کے اعتبار سے انگریزوں سے زیادہ انگریز تھے۔ چنانچہ وہ اسی روش پر قائم رہنے کی کوشش کر رہے ہیں جس پر غیر ملکی سامراج کا مزین تھا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے قومی وسائل دین کی بالادستی قائم کرنے کی بجائے اس کی مزاحمت میں صرف ہو رہے ہیں۔ ان فراہمتوں کے ہوتے ہوئے دین پر چلنا جان جو کھوں کا کام ہے جس کی محبت ہر شخص نہیں کر سکتا۔